سید شہزاد امتیاز

امت مسلمہ کے اتحاد کی راہ

ہمیں اتحاد بین المسلمین کی ضرورت اور اس کی حکمت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہمیں ان عظیم فوائد کا علم ہے جو ملت اسلامیہ کو اتحاد و اتفاق کے وقت حاصل تھے اور وہ خوفناک مصائب و آلام بھی ہمارے پیش نظر ہیں جو اتحاد کے پارہ پارہ ہونے کے بعد امت مسلمہ کو اٹھانے پڑے۔

اگر ہم غور کریں تو اللہ نے ہمیں اتحاد کا کیا طریقہ بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:—

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا.......

ترجمہ: تم سب مل کر اللہ کی رسی تھام لو اور گروہوں میں نہ بٹ جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی تو تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے۔

قرآن کریم کی یہ عظیم آیت کا ترجمہ اسلامی اجتماعیت کا اہم ترین حکم بیان کر رہا ہے اور وہ ہے باہمی اتحاد و اتفاق، اور اس کا بہترین راستہ بیان کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نظام اور شریعت کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینا اور اجتماعی طور پر اس پر عمل پیرا ہونا۔

لیکن سوچا جائے تو اتحاد کا صرف ایک ہی راستہ کیوں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھام لینا اور اس میں کیا حکمت ہے کہ آیت کریمہ میں اسی کو سرفہرست بیان کیا گیا ہے حکمت ہے کہ آیت کریمہ میں اسی کو سرفہرست بیان کیا گیا ہے۔ حکمت یہ ہے کہ ایک مرکزی ذات ہی مختلف قوموں کو ان کے اختلافات ختم کرکے ایک نقطے پر جمع کر سکتی

ہے۔ اس کے لئے اس ذات پر غیر متزلزل یقین ہونا ضروری ہے اس ذات پر ایمان کی حد تک وثوق پہلے ہو گا اس کے بعد اتحاد کی راہ ہموار ہو سکے گی۔ جب تک مرکز سے متعلق مرکزی نقطہ دل کی گہرائی میں مثبت نہیں ہو گا اس وقت تک اتحاد و اتفاق کا دائرہ مکمل نہیں ہو سکتا آپ آزما کر دیکھ لیں آپ مختلف افکار اور رجحانات رکھنے والے لوگوں کی ایک ٹیم جمع کرلیں جن کے قبیلے الگ الگ ہوں وابستگیاں جدا جدا ہوں پھر آپ انہیں لاکھ اتحاد کی دعوت دیں انہیں افتراق، اشتقاق کے خطرات سے ڈرائیں کیا کوئی شخص آپ کی دعوت کو قبول کرے گا اور کیا آپ کی نصیحتوں کا کوئی اثر مرتب ہو گا ہرگز نہیں۔

اگر رحمت عالم ﷺ مدینہ طیبہ کے قبیلہ خزرج کے دلوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اپنی سنت و سیرت کی پیروی کا جذبہ راسخ کرنے سے پہلے انہیں باہمی محبت اور اخوت کی دعوت دیتے تو آپ کی دعوت، تمام تر تاثیر اور بلاغت کے باوجود فضاؤں میں تحلیل ہو کر رہ جاتی۔ اور عرب، عرصہ دراز سے چلی آنے والی خون ریز معرکہ آرائیوں میں محو رہتے اور سننے تک کو زحمت گوارہ نہ کرتے۔ اگر پوری قوم ایک عقیدے اور ایک مرکز پر جمع نہ ہوتی تو مہاجرین اور انصار کبھی بھائی بھائی نہ بنتے اور مدینہ منورہ سے یہودیوں کی ریشہ دوانیوں کا کبھی خاتمہ نہ ہوتا۔ وہ لوگ جو صدیوں سے ایک دوسرے سے برسرپیکار تھے اور ان کے درمیان جنگ کے مشعلے کبھی سرد نہ ہوتے تھے ان کے درمیان اتحاد ہی وہ قوت تھا جس کے مقابل وہ تمام مخالفت قوتوں کا پسپا ہونا پڑا۔

اتحاد و اتفاق کی عمارت کی اولین بنیاد ایک عقیدے اور ایک مرکز سے وابستگی ہی ہے۔ جب یہ بنیاد مکمل ہو گی تب اس پر عمارت کھڑی کی جا سکے گی، اس عمارت کی بنیاد کو مضبوط ہونا چاہئے۔ اگر یہ بنیاد مضبوط نہ ہو سکی تو مختلف رجحانات، مفادات، مختلف مسلکوں کی آندھیاں اتحاد کی عمارت کو خس و خشاک کی طرح بہا کر لے جائیں گی اور تمام افراد کو اٹھا کر مختلف سمتوں میں پھینک دیں گی۔ جب امت کے اتحاد کی بنیاد ایک ہی

مرکز سے وابستگی ہے تو وہ کوئی بھی مرکز ہو سکتا ہے اور کیا یہ ضروری ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق کو ہی مرکز قرار دیا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انسان کے لئے ایک مبدأ اور مرکز معین کیا ہے اور اسی سے تعلق استوار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب اگر اس مرکز کو چھوڑ دیا جائے تو انسان کے خود ساختہ ہونے کے لئے مرکز میں یقیناً بحث و نظر کی گنجائش ہوئی۔ کوئی بھی دانشور اور صاحب بصیرت ان مراکز کو دور کرکے ان جیسا یا ان سے بہتر مرکز پیش کردے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ رہے۔ قائد کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہو سکے۔ آج اقوام عالم صرف اس لئے انتشار اور خلفشار کا شکار ہیں کہ ان کے بنیادی نظریات ایک دوسرے سے متصادم ہیں اور ان کے درمیان کوئی قدر مشترک نہیں ہے جو انہیں ایک نقطے پر جمع کر سکے۔ آج کل کے دور میں اتفاق و اتحاد بالکل اٹھ گیا ہے۔ کوئی بھی شخص دوسرے کی بات برداشت نہیں کرتا اس میں کسی قسم کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوئی ہے۔ ہر کوئی اپنی ہی دوڑ میں لگا ہوا ہے اس نفسا نفسی کے دور میں کس طرح اتفاق اور اتحاد رہ سکتا ہے۔ اپنی غرض کی خاطر دوسرے بھائی کا گلہ کاٹا جارہا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ہم لوگ پستی کی طرف جارہے ہیں۔ ہمارے اعمالوں میں گناہوں کا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس صورت میں انسانیت کی فلاح و بہبود کا ضامن صرف اور صرف وہ راستہ ہے جو رب کائنات نے مقرر کیا ہے۔ اس پر چل کر ہی ہم دین اور دنیا اور اپنی آخرت سنوار سکتے ہیں۔

واللہ اعلم